يد الله على الجماعة

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

خصوصی شمارہ

الجماعة

نظم اور اجتماعیت

نظم سب سے بڑی شرط ہے اور وہ آخری بھی ہے اور پہلی بھی ہے، کائنات کا پورا کارخانہ اسی کی طاقت پر چل رہا ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ عمل کے تمام حلقے ایک رشتہ میں منسلک ہو جائیں، کوئی کڑی اس سے باہر نہ جانے پائے جو راہ قرار دی جائے سب اسی پر گامزن رہیں اور سارا حلقہ اس انتظام اور یکسانیت کے ساتھ کام کرے گویا سب کے دل اور جذبات ایک ہی سانچے میں ڈھل گئے ہیں۔

سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ نظم لوگوں میں پورا پورا ضبط اور اپنے اوپر قابو پانے کا ملکہ پیدا کر دے، اشتعال ان کو ہلا نہ سکے، اور غیض و غضب ان پر قابو نہ پا سکے، وہ وقت پر بھڑک نہ اٹھیں، بے جا جوش میں آ کر اپنا کام فراموش نہ کر دیں۔

(مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ)

ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ / دسمبر ۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يدالله على الجماعة

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

خصوصی شمارہ نمبر ۱ | دسمبر ۲۰۰۷ء ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ | جلد نمبر ۱

پتہ

صوبائی جمعیت اهل حدیث ممبئی

A-1، آشیانہ بلڈنگ، ایل. بی. ایس. مارگ کرلا ممبئی-۴۰۰۰۷۰

نگارشات

حلقۂ قرآن

قرآن سے نصیحت

ابو عبدالرحمٰن سلفی

﴿ان فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید﴾ (ق:۳۷)

ترجمہ:

''اس میں ہر صاحب دل کے لئے عبرت ہے اور اس کے لئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو''۔

اس آیت پاک میں قرآن سے نفع اور فیض حاصل کرنے کے طریقے کا ذکر ہے اور رب پاک نے نصیحت حاصل کرنے والوں کی رہنمائی فرمائی ہے۔ قرآن سے ذکر و نصیحت پانے کے لئے ضروری ہے کہ تلاوت حضورِ قلب کے ساتھ ہو کیونکہ دل کی توجہ اور انہماک کے بغیر انتفاع نہیں کیا جا سکتا۔ پھر سارے عالم کے خالق، مربی، رحیم و مہربان کا کلام ہے جس میں نفع ہی نفع اور رہنمائی ہی رہنمائی ہے، پھر ادراک و استفادہ کے لئے ضروری ہے کہ دل حاضر ہو تا کہ بھر پور استفادہ ہو۔ اور جب تلاوت ہو تو پوری توجہ سے آیات الٰہی سنی جائیں، اس پر مومن کو چاہئے کہ پورے طور پر حضور قلب و دماغ اور سراپا گوش بن جائے اور اہتمام قرآن کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ نفع اور نصیحت حاصل ہونے کی یہی بنیاد اولین بھی ہے ورنہ آدمی پڑھتا سنتا رہتا ہے اور کچھ پلے نہیں پڑتا بلکہ کلام الٰہی کے ساتھ غفلت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم میں سے جب کوئی "یا ایها الذین آمنوا" سے تلاوت شروع کرتا تو سب پوری طرح متوجہ ہو جایا کرتے تھے کہ رب پاک اپنے ایمان والے بندوں کو مخاطب کر رہا ہے۔

☆☆☆

حلقۂ حدیث

حسن نیت

ابوعبدالرحمٰن سلفی

عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول: انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله ومن کانت هجرته لدنیا یصیبها او امراة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه"۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو اس کی اچھی بری نیت کے مطابق بدلہ ملے گا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی اس کی ہجرت انہیں کی طرف سمجھی جائے گی اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے شادی کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انہیں مقاصد کے لئے سمجھی جائے گی۔

یہ حدیث ایک اہم اصول بتاتی ہے کہ اعمال کے لئے نیت ضروری ہے اور نیت کے مطابق ہی اجر حاصل ہوگا۔ ایک شخص تہجد پڑھنے کی نیت کر کے سوتا ہے اور تہجد کے وقت جاگ نہیں پاتا اللہ تعالیٰ اس کی اس نیت خیر پر تہجد کا اجر دیتا ہے اسی طرح ایک آدمی خالص نیت اور اعمال خیر کے ساتھ لگا ہے فتنہ عام کا شکار ہو جاتا ہے تو وہ شخص اپنی نیت وعمل پر اٹھایا جائے گا۔

اس حدیث سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر راستہ ایک ہے لیکن نیت سفر الگ الگ ہے تو نیت بدلنے سے نتیجہ بدل جاتا ہے۔ محل نیت اور اخلاص دل ہے زبان سے نیت کا عمل نہیں ہوتا نہ اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے، مگر افسوس آج اس کی شکل ایسی بن گئی ہے کہ نماز روزہ نیز دیگر عبادات کے لئے نیت کے الفاظ طے کر دیئے گئے ہیں، ان کا بھرپور اہتمام ہو رہا ہے۔ اس کے لئے جھگڑے جاری ہیں۔

امت کی ذمہ داری ہے کہ دیکھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کے کون سے الفاظ کس عبادت کے لئے ادا کئے ہیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کرنے والے صحابہ نے عمل نیت کیسے کیا ہے؟ پھر یہ طے ہو جائے گا کہ ہمارا طریقہ ان کے مطابق ہے یا ان سے الگ۔

☆☆☆

لمحات

ایک مفید اقدام

ایک عرصہ سے جمعیت وجماعت کے ذمے داران خواہش مند تھے کہ صوبائی جمعیت اہلحدیث کا کوئی آرگن اور ترجمان ہو جس سے دعوت واصلاح اور تربیت امت کا کام مزید موٴثر اور ٹھوس ہو سکے کیونکہ اسلامی صحافت ومیڈیا کہ بڑی اہمیت ہے خاص کر ایسے وقت میں جب عموماً صحافت اور میڈیا ننگی تہذیب مسلط کرتا ہو، مفاد پرستانہ اور جانبدارانہ ہو گیا ہو جس سے لوگ حقائق سے دور ہوتے جا رہے ہوں، اقدار مٹ رہے ہوں، سچائیاں دبی چھپی اور ان کی روشنی مدھم ہو۔

اس تناظر میں ارباب جمعیت وجماعت نے کافی غور اور مشوروں کے بعد "الجماعۃ" کے نام سے ایک پرچے کا اجراء کر دیا ہے جو ان شاء اللہ دعوتی وتربیتی کام میں بہت مفید ہوگا۔

یہ جمعیت وجماعت کا ترجمان لوگوں میں الجماعۃ کے اسلامی تصور کو عام کرے گا، انحرافات، رسمیات، روایات، حزبیت اور اسلامی شخصیات کے ساتھ غیر اصولی وابستگی سے امت کو پورے آداب اسلامی کے ساتھ بچانے کی کوشش کرے گا۔

یہ ترجمان حق لوگوں کو بتائے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو "الجماعۃ" سے وابستہ ہونے کا حکم دیا ہے۔

یہ مجلہ بتائے گا کہ اس جماعت کا وجود کہاں ہے، اس کی خصوصیات اور علامتیں کیا ہیں؟ اس کے امتیازات کیا ہیں؟ جس جماعت کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے وہی الجماعۃ۔

یہ آرگن بتائے گا کہ عقیدہ عمل میں بگاڑ سے بچنے کا مضبوط ذریعہ، سچائی ہے اور سچوں کا ساتھ دینا ہے۔

آیئے آپ ہمارے قدم سے قدم ملائیں تاکہ الجماعۃ کا معنیٰ، اس کی اہمیت اور جماعتی زندگی پر دی جانے والی بشارت کے مستحق ہو سکیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

قارئین کرام! جماعتی زندگی ہی دین ہے جہاں جماعت نہیں وہاں اسلام نہیں "لا اسلام الا بجماعۃ" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت اور حق سے ہٹے لوگوں کو اس بکری سے تشبیہ دی ہے جو ریوڑ سے الگ ہو کر بھیڑیئے کا لقمہ بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، وہی ہمارا حامی وناصر ہے۔

عبدالسلام سلفی

تاریخ وحقائق

جنگ آزادی: ایک زاویۂ نگاہ

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم، وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد

میرے لئے یہ بات باعث مسرت ہے کہ بمبئی کی جمعیۃ اہلحدیث نے جنگ آزادی کے موضوع پر تبادلۂ خیال کے لئے عروس البلاد کے اہل اقتدار ودانش کو اور اسی طرح مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ذمہ داران اور پورے ملک سے منتخب اہل علم وتحقیق کو جمع کیا ہے، اس کے لئے ہم جمعیۃ کے شکر گزار ہیں، اور ہمیں قوی امید ہے کہ اس اجتماع کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔

اس موقع پر میں اپنے اس احساس کا اظہار بھی کرنا چاہتا ہوں کہ: ہمیں باہمی تعلق کے مسائل پر اور بالخصوص ملک پر غیر ملکی اقتدار کے مسئلہ پر مشترکہ غور وفکر کی ضرورت ہے تا کہ ہماری آئندہ نسلوں کو ملک کی آزادی کے عظیم واقعہ میں ہمارے اخلاص وبصیرت کا عنصر نظر آئے، اور وہ کسی سلبی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے مجبور نہ ہوں۔

جنگ آزادی پر اظہار خیال سے پہلے تمہید کے طور پر چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں جن کا تعلق ملک، حکومت اور اقتدار سے ہے:

حکومت کے لئے قرآنی معیار:

ہر انسان کو اس بات کا یقین رکھنا چاہیے کہ کائنات کا ہر ذرہ اللہ تعالی کی مشیت کا پابند ہے، دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی مشیت اور ارادہ ہی سے ہوتا ہے، البتہ اس کی رضا کا معاملہ علیحدہ ہے، یعنی جو کچھ ہوتا ہے ان تمام سے وہ راضی نہیں، جن کاموں کا اس نے حکم دے رکھا ہے ان سے راضی ہوتا ہے، اور جن کا حکم نہیں دیا ہے ان کو کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔

بات عقیدہ کی ہو یا عمل کی، اپنے کتاب وسنت میں اوامر ونواہی کی تفصیل بیان فرمادی ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کو مکلف قرار دینے کی بات قرین انصاف نہ ہوتی۔ بندوں کو جب معلوم ہوجائے گا کہ اللہ تعالی کی رضا وغضب کے امور کون سے ہیں تو وہ اسی روشنی میں اپنی زندگی بسر کریں گے۔

انسانی زندگی کے ایک شعبہ کا تعلق اقتدار وحکومت سے بھی ہے، اسلام میں اس شعبہ سے متعلق مفصل ہدایات موجود ہیں، اور مسلم حکمرانی کے طویل دور میں ایسی عملی مثالیں بھی ہیں جن سے اسلام کے اصل مقصد کی توضیح ہوجاتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ایک مقام پر اس حقیقت کو واشگاف انداز میں بیان کردیا ہے کہ اللہ تعالی اقتدار کی نعمت عطا کرنے میں کس وصف کو دیکھتا ہے، ارشاد ہے: ﴿ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر أن الأرض يرثها عبادي الصالحون﴾ (الانبیاء ۱۰۵) ہم زبور میں پند ونصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔

یعنی بندوں کا نیک ہونا اقتدار وحکومت کے لئے شرط ہے، اور نیک بننے کے لئے کتاب وسنت کے احکام کی پابندی ضروری ہے۔اب اگر کہیں صالحیت کی شرط کے بغیر اقتدار نظر آرہا ہے تو اسے اللہ تعالی کی حکمت کا ایک مظہر ماننا ہوگا، بندوں کے سامنے یقینا کسی وقت وہ حکمت عیاں ہوجائے گی۔

تغیر کا ثبات:

اللہ تعالی بندوں میں جس کو بھی اپنی حکمت سے اقتدار عطا کرے لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دنیا اور دنیا کے معاملات کو کسی ایک حالت پر قرار نہیں، انسان، اس کے حالات اور اس کا گردوپیش سب کچھ بدلتا ہے، اور یہ تبدیلی ہمیشہ صلاح وتقوی کی بنیاد پر نہیں ہوتی۔قرآن کریم نے بڑے واضح الفاظ اور مؤثر اسلوب میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے: ﴿ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثله، وتلك الأيام نداولها بين الناس، وليعلم الله الذين آمنوا ويتخذ منكم شهداء، والله لا يحب الظلمين﴾ (آل عمران ۱۴۰)

اس آیت کریمہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ نعمت ونقمت کی جس حالت پر بندہ ہو اسے یہ یقین رکھنا چاہیے کہ یہ حالت بدل سکتی ہے، اگر وہ کسی نعمت میں ہو تو اسے اترانا نہیں چاہیے، بلکہ اللہ تعالی سے اس کے دوام کی دعاء کرنا چاہیے، اور اگر کسی نقمت میں ہو تو اسے اس کے زوال کی دعاء کرنا چاہیے، اور یقین رکھنا چاہیے کہ: "فان مع العسر یسرا"۔الشرح ۵۔

زمین کی آبادی انسان کی ذمہ داری:

دینی حیثیت کے علاوہ اگر تمدنی پہلو سے دیکھا جائے تو اللہ تعالی نے انسان کو مکلف بنایا ہے کہ وہ زمین کو بسائے اور آباد کرے، اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انسان زمین پر اقتدار کے بعد آزاد نہیں ہے کہ جو چاہے کرے، بلکہ قدرت نے اسے صلاحیتیں دے کر مکلف کیا ہے کہ وہ زمین کی آبادکاری اور مخلوق کی بہبود کی خدمت انجام دے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿والى ثمود أخاهم صالحا، قال يا قوم اعبدوا الله مالكم من اله غيره، هو أنشأكم من الأرض، واستعمركم فيها فاستغفروه ثم توبوا اليه، ان ربى قريب مجيب﴾ (ہود:۶۱)

یعنی سب سے پہلا پیغام اللہ کی عبادت کا ہے، پھر یہ احسان یاد دلایا گیا ہے کہ زمین سے تمہیں پیدا کرنے کے بعد تمہارے اندر متنوع صلاحیتیں ودیعت رکھیں تا کہ تم مکانات تعمیر کرسکو، غذائی ضرورت کی تکمیل کے لئے کاشتکاری کرسکو، اور دیگر ضروریات زندگی کے لئے صنعت وحرفت سے کام لو۔

مومن کا امتیاز:

سورۃ الحج کی آیت ۴۱ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ: ﴿الذين ان مكناهم فى الأرض أقاموا الصلاة، وآتوا الزكاة، وأمروا بالمعروف، ونهوا عن المنكر، ولله عاقبة الأمور﴾ (الحج:۴۱)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نماز قائم کریں، اور زکاتیں دیں، اور اچھے کاموں کا حکم کریں، اور برے کاموں سے منع کریں، تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

اس سے پہلے کی دو آیتوں میں قتال کی اجازت کا ذکر ہے، اور یہ بتایا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالی لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہے تو مختلف مذاہب کے عبادت خانے ڈھادیے جائیں۔

یعنی دنیا میں بسنے والے انسان ایک ہی طرح کے نہیں ہیں، بلکہ کچھ صلاح و درستی کا سبب ہیں، اور کچھ دوسرے فساد و بگاڑ میں سرگرم رہتے ہیں، اللہ تعالی اپنی مشیت سے جب چاہتا ہے اور جس کو چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے، لیکن انجام کار صلاح و درستی پھیلانے والوں کو کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

اس روشنی میں ہم اس دنیا میں مومن کی ذمہ داریوں کا اندازہ کر سکتے ہیں، اللہ تعالی نے اسے دنیا میں بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے بھیجا ہے، فتنہ وفساد پھیلانے کے لئے نہیں۔ اس آیت کریمہ کے مفہوم پر ان لوگوں کو بھی غور کرنا چاہیے جو موجودہ دور میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن سے اسلام کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ آج کے دور میں اسلام کو کتاب وسنت کے ذریعہ سمجھنے کے بجائے دوسرے ذرائع سے سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے!

ملک کی عظمت کا تقاضہ:

جن اصولی نقاط کو ہم نے پیش کیا ہے ان کی روشنی میں اس عظیم ملک کی قریبی تاریخ پر جس میں جنگ آزادی بھی شامل ہے، غور کرنے کی ضرورت ہے، یہ توجہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ: اقتدار پر قبضہ کے بعد کبھی کبھی انسان کا زاویۂ نگاہ بدل جاتا ہے، پھر اصولی باتوں کو بھی نظر انداز کرنے میں اسے تامل نہیں ہوتا۔

اس پروگرام کی مناسبت سے جس پہلو پر غور کرنے کی ضرورت ہے اس کا تعلق جنگ آزادی میں شرکت سے ہے، ملک کے باشندوں کی ایک بڑی تعداد اس لڑائی میں شریک تھی، لڑائی کی پوری تاریخ میں دین یا مسلک کی بات نہیں اٹھائی گئی، کیونکہ یہ چیز تفریق کی تھی، اور تفریق کو ہم نے انگریزوں کا وطیرہ قرار دیا تھا، جن مصنفین نے قلب کے اخلاص اور نظر کی وسعت کے ساتھ اس جنگ کی تاریخ لکھی ہے ان کی تحریروں میں صاف طور پر نظر آئے گا کہ وہ کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کے سر آزادی کی لڑائی کا سہرا باندھنا نہیں چاہتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ موضوع اس طرح کی تفریق کا متحمل نہیں، مغربی سامراج کے خلاف ملک کے جن باشندوں نے چھوٹا بڑا جو اقدام بھی کیا وہ قابل ستائش ہے، اور جو لوگ کسی دام تزویر میں پھنس کر یا کسی اور وجہ سے آزادی کی جدوجہد سے الگ رہے، یا مجاہدین کے خلاف کسی طرح کی کوشش وسازش میں ملوث رہے، اب ان کا معاملہ تاریخ کے حوالہ ہے، تاریخ ہی انھیں ان کے اصل مقام پر رکھے گی۔

میں یہاں تشریف رکھنے والے دانشوروں کے سامنے یہ نقطہ واضح کردینا چاہتا ہوں کی جنگ آزادی میں شرکت کے لئے بزرگوں نے کسی طبقہ یا مذہب کی قید نہیں لگائی تھی، اس سلسلہ کے بعض اقتباسات پیش کرکے میں اپنے دعوے کو مدلل کرنا چاہتا ہوں:

غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

”میں آزادی کی خاطر جانی و مالی قربانیوں کو قومی زندگی کا جوہر اور روح رواں سمجھتا ہوں۔ جس قوم کو یہ ہمت وتوفیق ارزانی ہو اسے اپنی خوش نصیبی پر فخر کرنا چاہیے کہ یہ برتری کا وثیقہ اور عظمت کی دستاویز ہے۔ ظاہر ہے کہ اس بارے میں فرقہ وار تقابل پسندیدہ معلوم نہیں ہوتا تاہم آپ اٹھارہ سو ستاون کی سرگزشت کو سرسری نظر سے بھی دیکھ جائیں گے تو واضح ہوگا کہ اس جہاد میں سب سے بڑھ کر حصہ مسلمانوں نے لیا ملک میں قلت تعداد کے باوجود وہ سب جماعتوں اور گروہوں سے منزلوں آگے نکل گئے۔ بے مثال استقامت کی شان بھی انھیں نے دکھائی اور انھیں کی جانی و مالی قربانیاں اس جہاد کا سرمایۂ فخر پیرایۂ مباہات اور اندوختۂ امتیاز ہیں۔“ (۱۸۵۷ از غلام رسول مہر ص ۱۲)

یہی مصنف اپنی ایک دوسری کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''یہ ان بلند ہمت اور اولوالعزم شخصیتوں کے سوانح ہیں جنھوں نے اُس دور میں آزادی کے لیے جان کی بازی لگائی جب اصل مقصد کے لیے تحسین وستائش کا اندازہ بھی عوام کے ذہنوں میں صورت پذیر نہ ہوا تھا۔ انھوں نے جو کچھ کیا اس کی غرض یہ نہ تھی کہ دنیا کی زبان پر ان کے کارناموں کی مدح کے ترانے جاری رہیں وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ ملک آزاد ہو جائے اور اجنبی حکومت کا نقش باطل حرف غلط کی طرح مٹ جائے انھوں نے شدید تاریکی میں زندگی کے چراغ روشن کرنے کی کوشش کی اور اس غرض سے اپنا خون حیات اس بے پروائی سے بہایا کہ دوسروں کو شاید اس طرح پانی کے چند چلو بہانے میں بھی تکلف ہو''۔

اسی مقدمے میں آگے لکھتے ہیں:

''آج ہر احسان شناس قلب میں ان مجاہدین کی یاد تازہ ہونی چاہیے جو ایک سو سال پیشتر انتہائی مشکلات میں اپنا فرض احسن طریق پر بجالاتے ہوئے خوفناک صبر آزمائیوں کی منزل سے کامیاب وکامگار گزر گئے۔

میں ادائے فرض کے سلسلے میں فرقہ وار تفریقات کا قائل بھی نہیں انہیں پسندیدہ بھی نہیں سمجھتا لیکن آپ دیکھیں گے کہ اس جہاد میں سب سے بڑھ کر اور حد درجہ ممتاز حصہ مسلمانوں نے لیا بلاشبہ وہ تعداد میں بہت کم تھے لیکن جوش آزادی کی بے گرانی اور قربانیوں کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ دوسرے لوگ باوجود کثرت تعداد ان سے منزلوں پیچھے رہ گئے''۔

(اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد از غلام رسول مہر ص ۱۰ او ۱۱)

مسلک کا مسئلہ:

جنگ آزادی کے مجاہدین کے سلسلہ میں مذہب کا سوال اٹھانا ایک گھٹیا کردار کی عکاسی کرتا ہے، جو لوگ ملک کی عظمت اور جنگ آزادی کے تقدس سے غافل ہیں، یا کسی معمولی منفعت پر ان کی نظر ہے وہی اس طرح کا خفیفانہ اقدام کر سکتے ہیں۔

اور اس سے زیادہ بدطینتی یہ ہے کہ آدمی اس درمیان مسلک کو لے آئے، اور کسی متعین مسلک کے لوگوں کو آزادی کی لڑائی کا ہیرو مانے، اور دوسرے مسلک والوں کو اس شرف سے محروم کرنے کی کوشش کرے۔

دعوی کسی بھی بات کا کیا جاسکتا ہے، لیکن "البینة علی المدعی" کے اسلامی اصول کے مطابق اس کی دلیل پیش کرنا ضروری ہے، اور ظاہر ہے کہ کذب بیانی وافتراء پردازی کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

عوامی تنظیمات یا غیر ذمہ دار افراد اگر کوئی بات کسی کے خلاف کہیں تو زیادہ تشویش نہ ہوگی، لیکن اگر کوئی سیاسی پارٹی یا حکومت کا کوئی ذمہ دار ادارہ کسی فرد یا جماعت سے متعلق کوئی بات کہے گا تو یہی توقع ہے کہ ذمہ داری سے کہے گا، اور واضح ثبوت کی بنیاد پر کہے گا۔

اس دور کی ایک بوالعجبی یہ ہے کہ جس کردار کے لئے ہم دوسروں کا شکوہ کرتے ہیں، ہم خود اسے اپناتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ کسی عیب کی چیز نہیں۔ دہرے معیار یا پیمانے کی شکایت ہم خود کرتے ہیں، لیکن جب کسی کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں تو خود بھی دو طرح کے پیمانے استعمال کرتے ہیں!

افسوس آج جماعت حقہ اہلحدیث کو اور تحریک شہیدین کو انگریزوں کا ہمنوا کہا جاتا ہے، اس افتراپردازی کا الزامی جواب بڑی خوبی کے ساتھ دیا جاسکتا ہے، لیکن یہ ہمارے اصول سے ہم آہنگ نہیں۔ رہا تحقیقی جواب تو اس کے لئے ہم اُن ہزاروں

صفحات کا حوالہ دیں گے جنھیں انصاف پسند اور بالغ نظر مصنفین نے حوالۂ قلم کیا ہے، اسی طرح ملک کے در و دیوار اور رہگذاروں کا حوالہ دیں گے جنھوں نے جماعت اہلحدیث اور تحریک شہیدین کی سرگرمیوں اور قربانیوں کو دیکھا ہے۔

غلام رسول مہر نے تحریک شہیدین پر تین کتابیں لکھی ہیں، مولانا علی میاں کی بھی اس موضوع پر کتاب ہے، مولانا مسعود عالم ندوی نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھا ہے، اسی طرح ڈاکٹر قیام الدین احمد کی وہابی تحریک پر کتاب ہے، غلام رسول مہر کی دو کتابیں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موضوع پر ہیں، خود جامعہ سلفیہ بنارس نے بھی اہلحدیث اور سیاست کے موضوع پر مولانا نذیر احمد رحمانی کی کتاب شائع کی ہے۔ اس مقام پر یہ بھی عرض کر دیں کہ ہم اس داستاں کو بھولے نہیں ہیں، لیکن اسے آپ ہم سے نہ پوچھیں تو بہتر ہے، ہمارا یقین ہے کہ جنگ آزادی میں حصہ لینے والے، ۱۸۵۷ء سے پہلے یا بعد، مخلص دبے لوث تھے، ان کے ذہن میں مقصد کی عظمت جلوہ گر تھی، اس لئے وہ کبھی یہ نہ سوچتے تھے کہ کس فہرست میں ہمارا نام شامل ہوگا، اور کن حلقوں سے ہمیں خراج تحسین ملے گا؟ تحریک شہیدین میں مجاہدین کی فہرست ضرور بنائی جاتی تھی، لیکن فخر و مباہات سے ہٹ کر وہ ایک انتظامی معاملہ تھا۔

کردار کشی کے جس جذبہ کی بنیاد پر یہ سوال آج اٹھایا جا رہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں، مولانا محمد اسماعیل سلفی (گوجرانوالہ) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی مساعی'' میں اس نقطہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ دعوت عمل بالکتاب والسنۃ اور اس کے متبعین کس طرح ہر دور میں تختۂ مشق بنے رہے، اور اہل اقتدار و اہل ثروت ہر ایک نے خفیہ وعلانیہ اس دعوت کے خلاف کوشش کی!

اگر ابنائے ملت آزاد ہندوستان میں ملت کی ذمہ داری محسوس نہ کریں، اور لایعنی مسائل میں الجھے رہیں، نیز اپنی صفوں کے انتشار کو دور نہ کریں تو یقیناً ''فتفشلوا وتذهب ريحكم'' کا منظر ایک بار پھر ہمارے سامنے ہوگا، تاریخ کے نکتہ دانوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ تحریک شہیدین کو مسلمانوں کے باہمی تخاذل ہی سے نقصان پہنچا ورنہ قوت و تاثیر میں اس کا جواب نہ تھا، تخاذل کی یہ داستان بڑی تلخ اور ناخوشگوار ہے، تنہائی میں بھی انسان اس کے ذکر سے گریز کرتا ہے چہ جائیکہ اتنے بڑے مجمع میں اس کی بات کی جائے! اس موضوع میں میرے لئے کوئی کشش نہیں، البتہ اس کے سہارے سے میں ایک اور بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ اس پر غور کیا جائے گا۔

برصغیر کی دو صد سالہ تاریخ پر نظر ڈالیے تو اندازہ ہوگا کہ اسلام نے جس ایثار کی تعلیم دی تھی، اور ایک بھائی کا دوسرے بھائی پر جو حق بتایا تھا اسے ملت نے فراموش کر دیا، اور انانیت وخود غرضی کی بیماری میں مبتلا ہوگئی، اسلام کی ایک اہم تعلیم یہ تھی کہ حق بات کا اظہار کیا جائے خواہ وہ اپنے خلاف ہی ہو، مگر ابنائے ملت نے اس تعلیم کو نظر انداز کر دیا، اور اپنے مقام ومفاد کے تحفظ کے لئے کوشش میں مصروف رہے۔ جماعت اہلحدیث نے عمل کے ذریعہ جو تاریخ رقم کی تھی اسے وہ کتابی صورت میں منضبط نہ کر سکے، بلکہ دوسروں نے اس سے فائدہ اٹھایا، اور میدان میں تنہا ہیرو بن کر کھڑے رہنے کی کوشش کی! آزادی کے بعد جماعت نے جب اپنے کارناموں پر نظر ڈالی تو وہ منضبط حالت میں نہ ملے، ردعمل کے طور پر اس نے دوسروں کا شکوہ شروع کیا، حالانکہ پرانے تجربہ سے اگر فائدہ اٹھایا جاتا تو صاف معلوم ہو جاتا کہ ''لن يحك جلدي مثل ظفري''۔ اس نازک صورت حال میں بھی ہمارے لئے بہتر راہ عمل یہ ہے کہ شکوہ کے بجائے عمل کی جانب متوجہ ہو جائیں، ہماری تاریخ دوسرا نہیں

بلکہ خود ہم مرتب کریں گے، اور "پدرم سلطان بود" کے لئے نہیں بلکہ صحیح صورت حال کو نمایاں کرنے اور نئی نسلوں کے سامنے اپنا مقام متعین کرنے کے لئے۔ مناسب ہوگا کہ "اہلحدیث اور سیاسیت" کے مصنف رحمہ اللہ کے درج ذیل اقتباس پر غور کیا جائے جسے موصوف نے "اپنا شکوہ" کے زیر عنوان رقم فرمایا ہے:

"سچ پوچھیے تو دوسروں کی ناانصافیوں کا شکوہ کرنے کا ہم کو حق بھی نہیں ہے جبکہ خود ہم نے اپنے آپ کو بھلا رکھا ہے، یہ ہمارا کام تھا کہ ہم اپنے اسلاف کے تذکار کو باقی رکھتے، اور ان کی صحیح تاریخ سے دنیا کو روشناس کراتے تاکہ ایک طرف اگر دشمنوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا تو دوسری طرف اپنے نوجوانوں کے "داغہائے سینہ" کو بھی تازہ رکھا جاتا، جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را　　　گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

لیکن ہم اپنی بے شعوری کا ماتم کریں، یا اپنی بدقسمتی کا رونا روئیں کہ ہمیں آج تک بھی اس کی ضرورت کا احساس نہیں ہو رہا ہے"۔

اس کے بعد مولانا موصوف نے خاندانِ صادق پور کے معروف عالم اور اس وقت کے خراسانی تحریک کے امیر مولانا حکیم عبدالخبیر صادقپوری رحمہ اللہ کے نام اپنے مکتوب کا ذکر کیا ہے جس میں اس خواہش کا اظہار ہے کہ: مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور مولانا عبدالخبیر صادقپوری کی دور قیادت کی تاریخ اس طرح مرتب کرنے کا انتظام فرمائیں جس کے مطالعہ سے قارئین کو معلوم ہو جائے کہ یہ تحریک اپنے پچھلے قریبی دور میں کن مراحل سے گزری، اور کن کن افراد اور مقامات نے اس میں حصہ لیا؟ اہلحدیث کے علاوہ دوسرے مکتب فکر کے مسلمانوں نے اس کام سے کس حد تک دلچسپی لی!

مولانا رحمانی نے مولانا صادقپوری سے مذکورہ نوعیت کی تاریخ کے فوائد کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: اگر آپ کی موجودگی اور نگرانی میں یہ اہم تاریخ مرتب ہو جائے تو مسلمانوں بالخصوص اہل حدیث کے حق میں مفید ثابت ہوگی، اور آپ کے باقیات صالحات میں اس کا شمار ہوگا۔

مولانا نذیر احمد رحمانی کے مذکورہ مکتوب کو مولانا صادقپوری یا ان کے ارادتمندوں میں سے کسی نے قابل اعتناء نہ سمجھا، اور تاریخ کی ترتیب عمل میں نہ آسکی! کسی موہوم رکاوٹ کا ازالہ کرتے ہوئے خود مولانا رحمانی فرماتے ہیں:

"انگریز کے زمانہ میں خاموش رہ جانے کی مصلحت تو خیر سمجھ میں آسکتی ہے، مگر ہندوستان کے آزاد رہنے کے بعد خاموش رہنے کے تو کوئی معنی نہیں ہیں، اب تو ملت و جماعت کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اپنی انقلابی کوششوں اور سیاسی کارگزاریوں کی ایک ایک بات منظر عام پر لائی جائے، بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ معاندین الٹا پروپیگنڈا کر کے ہمیں بدنام کر رہے ہیں، اور ہمارے اکابر کے وقار کو گرانے کی کوشش کر رہے ہیں"۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۶۸ و مابعد)

مولانا رحمانی نے اپنے مکتوب گرامی میں بڑی معنویت کے ساتھ جنگ آزادئ ہند کی تاریخ مرتب کرنے والوں سے بھی شکوہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

"ہندوستان کی آزادی کے بعد اب اس تحریک کا تعلق سرحد پار کے لوگوں سے باقی نہیں رہا ہے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ جنگ آزادی کی تاریخ میں اس تحریک کے پچھلے قریبی دور کا کہیں کوئی ذکر نہیں آتا، بلکہ اس کے برخلاف ہم کو طعنہ دیا جا رہا ہے کہ ۱۸۵۷ کے ہنگامے کے زمانے سے لے کر آج تک اہلحدیث کے علماء و مشائخ نے انگریز کے خلاف سیاست میں کبھی کوئی حصہ نہیں لیا، اور عملی جہاد سے بالکل الگ رہے" الخ۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۶۹)

ایک گزارش:

یہ خوشی کی بات ہے کہ ہماری حکومت جنگ آزادی کے مجاہدین پر متوجہ ہے، اور ان کے کارناموں کو محفوظ و منضبط کرنے نیز نئی نسل کے سامنے لانے کے لئے اپنے وسائل کا استعمال کر رہی ہے۔ میرا یقین ہے کہ حکومت کی نگرانی میں اس طرح کا بڑا کام آسانی کے ساتھ ہو سکے گا، کیونکہ اس کے پاس ماہرین کی کمی ہے نہ وسائل کی، اس کے قبضہ میں ایک پوری مشنری ہے جسے کسی بھی کام میں لگایا جا سکتا ہے۔

مگر چونکہ اس تاریخ کا تعلق ملکی مفاد کے ساتھ ساتھ ملک میں بسنے والے مختلف مذاہب وطبقات سے ہے، اس لئے ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ اگر ہم جنگ آزادی کی صحیح اور صاف تاریخ مرتب کرنا چاہتے ہیں تو بیمار، غرضمند، بے ضمیر اور عصبیت زدہ لوگوں سے مدد نہیں ملے گی، بلکہ اس کے لئے ہمیں وطن عزیز کے در و دیوار، حویلی اور چوپال، باغات اور صحراء، بالاکوٹ کی پہاڑیوں، سرحد پر مجاہدین کے مراکز، ملک میں ان کے خفیہ مراکز، صادق پور کا پورا محلہ، بلکہ وطن عزیز کے ذرہ ذرہ سے پوچھنا ہوگا کہ اس کے حافظہ میں اس عظیم تاریخ کا کون سا حصہ اور اس عالی شان داستان کا کون سا باب محفوظ پڑا ہے؟ یہ تاریخ ہمارے پاس امانت ہے، اگر ہم نے اصل کاوش کے بغیر غرضمند اشخاص کے ذریعہ اسے مرتب کرانے کی کوشش کی تو یہ اس ملک اور اس کی تاریخ کے ساتھ انصاف نہ ہوگا۔

حرف اختتام:

جنگ آزادی کا باب بے حد وسیع ہے، غلام رسول مہر نے صرف ۱۸۵۷ء سے متعلق لکھا ہے کہ:

"۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی پاک و ہند کی تاریخ کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے، انگریزی زبان میں اس واقعے پر اتنی کتابیں لکھی جا چکی ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا واقعہ بھی اسکی مثال پیش نہیں کر سکتا"۔

اتنی اہم اور وسیع تاریخ پر کسی ایک مجلس اور چند صفحات میں کچھ کہنا حد درجہ دشوار ہے، جمعیۃ اہلحدیث ممبئی کے حکم کی تعمیل میں میں نے اپنے بعض خیالات کا اظہار کیا ہے، یہ اہل علم کا اجتماع ہے، اگر کسی کو میری گزارشات سے اختلاف ہوگا تو میں اسے سن سکتا ہوں۔

اخیر میں جمعیۃ اہلحدیث کے ذمہ داروں کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتشکر پیش کرتا ہوں، اور دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ان کی کوششوں کو کامیاب فرمائے، اور ہم سب کو اس ملک کی صحیح خدمت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وصلى الله على رسوله الكريم۔

☆☆☆

تربیت وتزکیہ

قساوت قلب

عبدالمعید مدنی

رقت قلب، نرم دلی، خشیت، تفرع، جذبہ ترحم، انابت الی اللہ...... ایک مسلمان کا سب سے بڑا سرمایہ، حاصل حیات اور راحت ممات ہے۔ دل کی نرمی کے برعکس دل کی سختی ہے، رب پاک نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا کہ آپ کے اندر نرم خوئی اور نرم دلی ہے، سخت دلی سے بالکل دور ہیں۔

﴿فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك﴾ (آل عمران:۱۵۹)

پھر یہ اللہ کی رحمت کے سبب ہے کہ آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ ان کے ساتھ تند خو سخت طبع ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو گئے ہوتے۔

انسان کی تمام برائیوں کی جڑ قساوت قلب ہے۔ قساوت قلب نتیجہ ہوتی ہے تمام بدکاریوں کی، جب ہر قسم کی بدکاریاں، کفر ونفاق، شقاق، فواحش، فسق وفجور انسان کر گزرتا ہے یا ان کا ارتکاب کرتا رہتا ہے تو اس کا دل سخت سے سخت تر ہوتا جاتا ہے۔ یہود کی اس طرح کی سخت دلی اور قساوت کا نقشہ رب پاک نے کھینچا ہے:

﴿ثم قست قلوبكم من بعد ذلك فهي كالحجارة او اشد قسوة وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار، وان منها لما يشقق فيخرج منه الماء وان منها لما يهبط من خشية الله وما الله بغافل عما تعملون﴾ (بقرہ:۷۴)

پھر تمہارے دل اس کے بعد بھی سخت رہے چنانچہ وہ پتھر کے مانند ہیں یا سختی میں اس سے بھی بڑھ کر۔ اور پتھر تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس سے دریا پھوٹ نکلتے ہیں اور کوئی ان میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ پھٹ جاتا ہے اور اس میں سے پانی نکلتا ہے اور کوئی ان میں سے ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی ہیبت سے نیچے آ گرتا ہے، اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔

دل کی سختی کا یہ آخری مرحلہ ہے کہ گوشت پوست اور احساسات رکھنے والا انسان ایسی بے حسی کا شکار ہو جائے کہ وہ پتھر دل بن جائے بلکہ فی الواقع اس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت بن جائے کہ پتھر کے سینے سے چشمہ ابل پڑتا ہے اور وہ چاک ہوتا ہے اس کے اندر سے پانی بہہ پڑتا ہے اور اللہ کے خوف سے وہ گر پڑتا ہے۔

یہود نے پیمان الٰہی کو توڑ ڈالا اللہ نے اس کی پاداش میں ان کو ملعون قرار دیا اور ان کے دلوں کے اندر قساوت بھر دی، پھر ان کے لئے عصیان اور غلط کاری کا ارتکاب آسان ہو گیا۔

﴿فبما نقضهم ميثاقهم لعنا هم، وجعلنا قلوبهم قاسية، يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا حظا مما ذكروا﴾ (مائدہ:۱۳)

غرض ان کی پیمان شکنی ہی کی بناء پر ہم نے انہیں رحمت سے دور کر دیا اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا وہ کلام کو اس کے موقع ومحل سے بدل دیتے ہیں اور جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک بڑا حصہ بھلا بیٹھے ہیں۔

قساوت قلب کسی بھی انسان کی وہ حالت ہوتی ہے جس میں اس کے لئے عبرتیں نصیحتیں، تنبیہات، انذار وتبشیر حتی کہ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی پریشانیاں بے سود ہوتی ہیں وہ اپنی روش کو نہیں چھوڑتا نہ برائی کے ارتکاب سے باز آتا ہے قساوت قلب میں مبتلا قوموں کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

﴿ولقد ارسلنا الى أمم من قبلک فاخذناهم بالباساء والضراء لعلهم يتضرعون، فلولا اذ جاء هم باسنا تضرعوا ولكن قست قلوبهم وزين لهم الشيطان ما كانوا يعملون، فلما نسوا ماذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل شئ حتى اذا فرحوا بما اوتو اخذناهم بغتة فاذاهم مبلسون فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين﴾ (انعام:۴۲-۴۵)

اور بلاشبہ ہم نے آپ سے قبل اور بھی امتوں کی طرف سے پیغمبر بھیجے پھر ہم نے انہیں تنگ دستی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں تو ایسا کیوں نہ ہو کہ جب ان کو ہماری طرف سے سزا لاحق ہوئی تو ڈھیلے پڑتے اس کے برعکس ان کے دل سخت ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے رہے شیطان اسے ان کی نظر میں خوشنما کر دکھاتا رہا، پھر جب اس چیز کو جس کی انہیں نصیحت کی جاتی تھی وہ نظر انداز کرتے رہے تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر جو انہیں ملا تھا اترا گئے ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا تو وہ ہاتھ ملتے رہ گئے، اس طرح ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

قساوت قلب کے شکار ایسے اندھے بن جاتے ہیں کہ عذاب الٰہی کی شکل میں بیماریاں اور پریشانیاں آنے کے باوجود بھی شیطان سے فریب خوردگی کے سبب تنبیہ نہ ہوتی بلکہ اپنی روش کو ہی یقینی طور پر بہتر سمجھتے ہیں، انہیں اس کی پاداش میں مزید طفل تسلیاں اور آسائش ملتی ہے اور اپنی خوش حالی کے سبب خوب مگن ہو جاتے ہیں، اس طرب نشاط کی حالت میں انہیں اپنے کرتوتوں کی طرف بازدید کی مہلت بھی نہیں ملتی، آخر کار اچانک ان سے سب کچھ چھن جاتا ہے وہ مکمل یاس ومحرومی کے شکار ہو جاتے ہیں اور بالکل نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔

انسانی زندگی میں قساوت قلب کا عمل اثر اور نتیجہ کتنا بھیانک ہوتا ہے، اس ارشاد ربانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے جب دل میں سختی پیدا ہو جاتی ہے، اس وقت انسانیت، ہمدردی، رحم دلی، انسانی احساسات، جانثاری، تعاون اور جذبہ احترام کا سرچشمہ سوکھ جاتا ہے، ایسا فرد روزمرہ زندگی میں اپنے سارے تصرفات میں خودغرض، مفاد پرست، اذیت پسند، استحصال پسند اور مستبد بن جاتا ہے اور سارے دینی اخلاقی، سماجی اور انسانی اصول وضوابط اور عرف عادات کو روند ڈالتا ہے، اس کی قساوت قلبی بڑھ کر ایک فتنہ بن سکتی ہے وہ لوگوں کو حق وانصاف سے روگرداں بنانے کی مشن چھیڑ سکتا ہے اور چھیڑ دیتا ہے، وہ ابلیسی مشن کا ایک سرگرم کارکن بن جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته فینسخ الله مایلقی الشیطان ثم یحکم الله آیاته والله علیم حکیم لیجعل ما یلقی الشیطان فتنة للذین فی قلوبهم مرض والقاسیة قلوبهم وان الظالمین لفی شقاق بعید﴾ (حج:۵۲-۵۳)

اور ہم نے اے پیغمبر! تم سے پہلے جب کوئی رسول یا نبی بھیجا تو یہی ہوا کہ جب اس نے کچھ پڑھا تو اس نے اس کی تلاوت میں اپنی ملاوٹ سے رخنہ ڈالا مگر اللہ اس کی ملاوٹ کو مٹا دیتا ہے، اور اپنی آیات کو محکم بنا دیتا ہے، اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے، ایسا اس لئے ہوتا ہے تاکہ شیطان کی ملاوٹ مریضان قلب اور سخت دل لوگوں کے لئے فتنہ بن جائے اور فی الواقع یہ ظالم بہت بڑے اختلاف میں مبتلا ہوتے ہیں۔

قساوت قلب کے شکار منافقت میں مبتلا مریضان قلب فتنوں کے دلدادہ، شیطان کے ایجنٹ اور اسی کے سرگرم کارکن آسانی سے بن جاتے ہیں، یہ ظالم حق وحقائق سے اندھے، دستور وقانون اور حقوق کو پامال کرنے والے ہوتے ہیں اور ان کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہوتا ہے اور یہ باہمی نزاع میں بہت دور تک نکل جاتے ہیں، انہیں حق کی طرف لوٹنا نصیب نہیں ہوتا۔

اس کے برعکس اخبات قلب، طمانیت، عجز وخشوع کا حال ہوتا ہے کہ ایسے دل والے تمام فتنوں سے بچ جاتے ہیں اور حق کو دل جمعی کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں۔ (حج:۵۴)

قساوت قلب کا حال رب پاک نے بیان کیا:

﴿الم تر ان الله انزل من السماء ماء فسلكه ينابيع في الارض، ثم يخرج به زرعا مختلفا الوانه، ثم يهيج فتراه مصفرا ثم يجعله حطاما ان في ذلك لذكرى لأولي الالباب، افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله اولئك في ضلال مبين، الله نزل احسن الحديث كتابا متشابها مثاني تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله ذلك هدى الله يهدي به من يشاء ومن يضلل الله فما له من هاد﴾ (زمر:۲۱-۲۳)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس نے زمین کے اندر سوتوں میں بہادیا، پھر وہ اس کے ذریعہ کھیتی پیدا کرتا ہے مختلف قسموں والی، پھر وہ کھیتی پک جاتی ہے تو تو اسے زرد دیکھتا ہے پھر وہ اسے چورہ چورہ کر دیتا ہے اس کارسازی میں بڑی نصیحت ہے عقل والوں کے لئے پس کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے رب کے عطا کردہ نور سے پوری طرح مستفید ہے اور وہ جو سخت دل ہیں برابر ہوسکتے ہیں پس بربادی ہے، ان کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر کے لئے سخت ہو گئے ہیں یہی لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے، ایک کتاب باہم ملتی جلتی ہوئی، بار بار دہرائی جانے والی، ان لوگوں کے اوپر اس سے کپکپی طاری ہو جاتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر اللہ کی یاد میں محو ہو کر ان کے دل اور ان کے پوست نرم ہو جاتے ہیں، یہی ہے اللہ کی ہدایت، اسی عمل ہدایت سے اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو گمراہ کردے تو اس کے لئے پھر کوئی راہ نما نہیں ہے۔

راہ نمائی اور ہدایت کا نظام اور عمل رب پاک نے قائم کر رکھا ہے، ہمہ آن یہ سلسلہ چل رہا ہے پوری کائنات درس ہدایت ہے کائنات میں کار خیر خلق وامر عمل ہدایت ہے، تعلیمات دین عمل ہدایت ہیں اور اصحاب بصیرت، فکر ودانش ان ہدایات سے فیض یاب ہوتے ہیں ان کا پورا وجود معرفت حق سے سیراب اور ذکر الٰہی میں ڈوب جاتا ہے لیکن قساوت قلب دل کی سختی میں مبتلا لوگوں کے سنگلاخ وجود میں ذکر اللہ کا پودا نہیں لگتا نہ انہیں فیضان الٰہی سے کچھ حاصل ہو پاتا ہے، ان کے دلوں کا دروازہ اتنی شدت سے بند ہوتا ہے کہ حقائق کی آواز کا ان پر اثر پہنچتا ہی نہیں، یہ کٹھور لوگ

گھپ اندھیرے اور گھور گمراہی میں ہمیشہ پڑے رہتے ہیں، ان کی زندگی کا عنوان ہی (ضلال مبین) ہے۔

ان کے برعکس جن کے دلوں میں خشیت الٰہی ہے جن کے دلوں کا دروازہ کھلا ہے، جن کو شرح صدر حاصل ہے انہیں مراحل حیات میں نور الٰہی حاصل ہے، اس کی روشنی میں وہ جادہ پیما رہتے ہیں، کلام الٰہی سے ان کا سارا وجود لرز جاتا ہے، ان کا جسم وجان کانپ جاتا ہے، دلوں میں اور پورے وجود میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے وہ فوراً جذبات الٰہی میں محو ہو جاتے ہیں، ان کا آئینہ دل اتنا صاف ہوتا ہے کہ سارے حقائق بالکل صحیح انداز میں اس میں منعکس ہوتے ہیں۔

سورہ حدید میں قساوت قلب کا تذکرہ ہوا، ارشاد ربانی ہے:

﴿الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا تکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الأمد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون﴾ (حدید:۱۶)

کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل یاد الٰہی کے وقت اور اس کے اتارے ہوئے حق کے سبب ان کے دل عاجزی کریں اور ان کے مانند نہ ہو جائیں جو ان سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے پھر ان پر ایک لمبی مدت بیت گئی پس ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت لوگ فاسق ہیں۔

کتاب وہدایت اس لئے ہے اور ذکر الٰہی اس لئے ہے کہ اس سے دلوں کے اندر سوز وگداز پیدا، قلوب عجز وانکسار کے احساسات سے بھر جائیں، ان کی حالت ایسی ہو کہ رقت، نرمی میں موم بن جائیں، کتاب ہدایت ہے یاد الٰہی کی حقیقت ہے لیکن وہ دل جن کے اندر غفلت، سختی، تنگی اور قساوت پیدا ہو چکی ہے وہ ہمیشہ فیضان الٰہی سے بے فیض ہی رہیں گے ان کے ویران تاریک مردہ، مریض اور غم زدہ دل کبھی سوز وگداز کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتے۔

قساوت قلب میں سب سے زیادہ یکتا اور یکہ وتاز اہل کتاب نکلے خصوصاً یہود، سامان ہدایت پانے کے باوجود انہیں اس سے وحشت اور اجنبیت رہی اور جس قدر دور نبوت سے وہ دور ہوتے گئے دلوں کی سختی بڑھتی گئی اور اپنے بنائے گھروندوں کو دین بنا کر اس میں الجھے اور سخت ترین قساوت قلب میں مبتلا ہو گئے اور انہیں فاسق وفاجر کا خطاب ملتا گیا۔

سخت دل تنگ دل ہوتا ہے قبول حق کے لئے اس میں جگہ نہیں ہوتی اور جن کے دل نور حق سے منور ہوتے ہیں جن کے نصیبے میں ہدایت ہوتی ہے انہیں شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔

﴿فمن یرد اللہ أن یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لایومنون﴾ (انعام:۱۲۵)

اللہ جس کے لیے ارادہ کر لیتا ہے کہ اسے ہدایت نصیب کر دے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو وہ گمراہ رکھنے کا ارادہ کر لیتا ہے اس کے سینے کو تنگ اتنا تنگ کر دیتا ہے جیسے اسے آسمان میں چڑھنا پڑھ رہا ہو، اس طرح اللہ گندگی ڈالے رہتا ہے ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔

سینہ کھول دینے اور سینے کو تنگ کر دینے کا یہ مشیت تکوینی عمل کیا ہے، جب دلوں میں خیر ہو، نرمی ہو، اس میں وسعت و کشادگی ہو، قبول حق کے لئے آمادگی ہو تو انسان کو قبول حق کی توفیق نہیں مل پاتی بلکہ حق کو سن کر انہیں وحشت ہوتی ہے، ان میں مزید تنگی آجاتی ہے دل تو پہلے ہی تنگ تھے ایمان لانے کے مطالبے یا خیال سے وہ بجھنے لگتے ہیں اور یہ خیال ان کے لئے اتنا بوجھل اور تکلیف دہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان پر آسمان پر چڑھنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اونچائی کی حد نہیں بس چڑھنا ہی چڑھنا ہے، ایک طرف چڑھائی دوسری طرف کھڑی اونچائی اور اس پر لامحدود پہنائی، یہ تصور ہی کس قدر مشقت اور سانس پھلا دینے والا ہے۔

جب دلوں میں تنگی ہو تو ایک معمولی کام پہاڑ بن جاتا ہے اور جب انسان کو شرح صدر حاصل ہو تو بڑا سے بڑا ہلکا اور آسان ہو جاتا ہے۔

بہر حال دلوں کی حالت عجیب ہوتی ہے بگڑے تو سخت تنگ، مریض، تفرت کا شکار، کینہ وحسد سے بھرپور مردہ اور تاریک بن جائے اور غفلت و بے حسی کا شکار بن جائے، بگڑے ہوئے دل سے فسق و فجور، کبر و غرور پھوٹتے ہیں، وہ شر و فساد کی آماجگاہ بن جاتا ہے، کفر و نفاق کا پودا بگڑے دل میں اگتا ہے، فسادزدہ سخت دل میں رحم دلی اور ہمدردی کی گنجائش نہیں ہوتی، انسانیت اور خیر خواہی کا جذبہ مر جاتا ہے، سخت دل اندھا ہوتا ہے، سخت دل شقاوت و اختلافات کی آماجگاہ، بزدلی اور کھڑدلی کا مرکز، مایوسی اور کم ہمتی کا شکار، کینوں اور نفرتوں سے بھرا ہوتا ہے۔

قساوت قلب کے متعلق تفصیلات سے اندازہ ہوا، ایسے دل میں کبھی خیر کی کونپلیں نہیں پھوٹتی ہیں، قسی القلب کائنات میں بکھری آیات الٰہی سے عبرت نہیں حاصل کر سکتا ہے، فکر و فہم اس کے اندر رہ ہی نہیں جاتا، اس نے عذاب الٰہی کو نظر انداز کیا، اس نے انبیاء اور ان کی تعلیمات کا انکار کیا اور ان سے عداوت کا رویہ اختیار کیا۔

اس کا انجام کفر، فسق نفاق، ضلالت، ظلم تعدی ہوتا ہے۔ قساوت قلب کے یہی اعمال ہیں اور یہی اس کے ثمرات ہیں، اس کے سوا کسی اور کی توقع اس سے عبث ہوتا ہے۔

☆☆☆

عقیدہ ومنہج

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق

مولانا سعید احمد بستوی

اللہ تعالٰی نے انسان کو دنیا میں بھیجا اور اسے اشرف المخلوقات بنادیا، ہر وہ چیز جس کی اسے طبعی طور پر ضرورت تھی یا آئندہ ضرورت پیش آنے والی تھی بن مانگے ہی عطا کردی، اللہ تعالٰی کی نعمتیں اس کی کثرت سے ہیں کہ فی الواقع اگر بنی نوع انسان مل کر بھی بیٹھ جائیں اور اور ان کا شمار کریں تو نہیں کر سکتے، سورج دنیا میں روشنی کا منبع ہے، اس سے فصلیں پکتی ہیں اور پھلوں میں رس پیدا ہوتا ہے، اس سے وقت کا حساب ہوتا ہے، بارش جو کہ فصلوں کے لئے نہایت ضروری ہوتی ہے، اس کا سارا نظام بھی سورج کی حرارت سے ہی ہوتا ہے، قمر رات کو روشنی کا ذریعہ بنتا ہے، ہجری کیلنڈر کا سارا دارومدار قمر پر ہی ہے، دن کو کام کرنے کے لئے روشن بنایا اور رات کو آرام کرنے کے لئے تاریک، کشتی اور سمندر کو لمبے لمبے سفروں اور بوجھل سامان اٹھانے کے لئے مسخر کیا، ان ساری نعمتوں کے باوجود انسان کا رویہ ناشکری کا ہی ہوتا ہے، کئی تو ایسے ہیں جو اللہ اور اسکی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں اور سب کچھ فطرت کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں، بہت سے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی قدرت کو تو مانتے ہیں، ان میں سے بھی زیادہ تر اس میں شرک کرتے ہیں۔

﴿وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون﴾ (یوسف:۱۰۶)

عام مشرکین اللہ کے خالق السموات والارض ہونے کا یقین رکھتے ہیں اور اس کے باوجود اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں جیسے مشرکین مکہ جو تلبیہ کے وقت کہتے تھے اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جسے تو نے اختیار دے رکھا ہے وہ خود کوئی اختیار نہیں رکھتا اس شرک میں آج بھی بے شمار مسلمان مبتلا ہیں۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ﴿ الحمد للہ الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمت والنور ثم الذین کفروا بربھم یعدلون﴾ (انعام:۱) تمام تعریفیں اللہ کے لئے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا، پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریمہ کی مدح فرماتا ہے کہ: اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، گویا کہ بندوں کو حمد کرنا سکھلایا، دن میں نور کو اور رات میں تاریکی کو اپنے بندوں کے لئے ایک منفعت قرار دیا۔

ابواسحاق اسفرائنی کہتے ہیں کہ توحید کے تمام اصول وقواعد پر یہ سورت مشتمل ہے، مجوسی دنیا کے دو خالق مانتے ہیں، یزداں جو خالق خیر ہے اور اہرمن جو خالق شر ہے اور دونوں کو نور وظلمت سے ملقب کرتے ہیں، ہندوستان میں کروڑوں لوگ دیوی دیوتاؤں کے قائل ہیں۔ آریہ سماج باوجود ادعائے توحید مادہ اور روح کو اللہ کی طرح غیر مخلوق اور انادی کہتے ہیں اور اللہ کو اپنی صفت تکوین وتخلیق وغیرہ میں ان دونوں کا محتاج بتلاتے ہیں۔

عیسائیوں کو باپ بیٹے کا توازن وتناسب برقرار رکھنے کے لئے آخر تین اور ایک تین'' کا مشہور عقیدہ اختیار کرنا پڑا ہے، یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے وہ صفات تجویز کیں کہ ایک معمولی انسان بھی نہ صرف اس کا ہمسر بلکہ اس سے برتر ہوسکتا ہے۔

عرب کے مشرکین نے تو اللہ کی تقسیم میں یہاں تک سخاوت دکھلائی کہ ان کے نزدیک پہاڑ کا ہر پتھر نوع انسانی کا معبود بننے کی صلاحیت رکھتا تھا، غرض، آگ، پانی، سورج، ستارے، درخت پتھر، حیوان کوئی چیز لوگوں نے نہ چھوڑی جسے خدائی کا کچھ حصہ نہ دیا ہو اور عبادت واستعانت وغیرہ کے وقت اسے اللہ کے برابر نہ بٹھایا ہو حالاں کہ وہ ذات پاک جو تمام صفات کمال کی جامع اور ہر قسم کی خوبیوں کا منبع ہونے کی وجہ سے سب تعریفوں اور ہر طرح کی حمد وثنا کی بلاشرکت غیرے مستحق ہے جس نے آسمان وزمین یعنی کل علویات وسفلیات کو پیدا کیا اور رات ودن اندھیرا، اجالا، علم وجہل، ہدایت وضلالت، موت وحیات، غرض متقابل کیفیت اور متضاد احوال ظاہر فرمائے، اسے اپنے افعال میں نہ کسی حصہ دار یا مددگار کی ضرورت ہوسکتی ہے نہ بیوی اور اولاد کی نہ اس کی معبودیت اور الوہیت میں کوئی شریک ہوسکتا ہے، نہ ربوبیت میں نہ اس کے راہ پر کوئی غالب آسکتا ہے اور نہ اس پر کسی کا دباؤ اور زور چل سکتا ہے، پھر تعجب ہے کہ ان حقائق کو سمجھنے کے بعد بھی کس طرح لوگ کسی چیز کو اللہ کا ہمسر بنانے پر تلے ہوئے ہیں، اسی حقائق کو اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت سے بیان فرمایا: ﴿امن خلق السمٰوات والارض وانزل لکم من السماء ماء فانبتنا به حدائق ذات بهجة ما كان لكم ان تنبتوا شجرها ء اله مع الله بل هم قوم يعدلون﴾ (نمل:۶۰) بھلا بتاؤ تو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگادیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ لگا سکتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ اللہ کے

برابر کا اوروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

کل کائنات کا رچانے والا، سب کا پیدا کرنے والا، سب کو روزیاں دینے والا سب کی حفاظتیں کرنے والا، تمام جہاں کی تدبیر کرنے والا، صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان بلند آسمانوں کو ان چمکتے ستاروں کو اس بھاری بوجھل زمین کو ان بلند چوٹیوں والے پہاڑوں کو، ان پھیلے ہوئے میدانوں کو، اسی نے پیدا کیا، کھیتیاں، باغات، پھل، پھول، دریا، سمندر، حیوانات، جنات، انسان، خشکی وتری کے تمام جاندار، اسی ایک کے بنائے ہوئے ہیں، آسمانوں سے پانی اتارنے والا ہی ہے، اسے اپنے مخلوق کی روزی کا ذریعہ اسی نے بنایا ہے، باغات کھیت سب وہی اگاتا ہے، جو علاوہ خوش منظر ہونے کے بے حد منافع بخش ہوتے ہیں، خوش ذائقہ ہونے کے علاوہ زندگی کو قائم رکھنے والے ہوتے ہیں، تمہارے خود ساختہ معبودان باطل میں سے کوئی بھی نہ کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، نہ کسی درخت کے اگانے کی۔

خالق کل صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن بعض لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں کہ عبادت کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ نہ پیدا کرنے والے ہیں، نہ روزی دینے والے اور اس بات کا فیصلہ تو ہر صاحب عقل کر سکتا ہے کہ لائق عبادت وہی ہے جو خالق، مالک اور رازق ہے، اسی لئے یہاں اس آیت میں بھی سوال کیا کہ کیا معبود برحق کے ساتھ کوئی اور بھی عبادت کے لائق ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ مخلوق کو پیدا کرنے میں مخلوق کی روزی رسانی میں کوئی اور بھی شریک ہے، چونکہ وہ مشرک خالق ورازق صرف اللہ ہی کو جانتے تھے اور عبادت اوروں کی بھی کرتے تھے اسی لئے دوسری جگہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿افمن یخلق کمن لا یخلق﴾ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں ہیں، پھر تم خالق ومخلوق کو کیسے ایک کر رہے ہو؟ یاد رہے کہ ان آیتوں میں امن جہاں جہاں پر ہے وہاں یہی معنی ہیں کہ ایک تو وہ جو ان تمام کاموں کو کر سکے اور ان پر قادر ہو دوسرا وہ جس نے اس میں نہ کسی کام کو کیا ہو اور نہ کر سکتا ہو؟ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتیں بیان فرمائی ہیں پھر وہ صفتیں کسی میں نہ ہونے کی خبر دی ہے، اے لوگو! جس خالق ومالک نے زمین وآسمان بنائے ہیں اور پھر اسی سے روشنی اور اندھیرے پیدا کر رکھے ہیں اس بات کو خود تسلیم کرتے ہو پھر آخر اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا جواز کہاں سے نکلتا ہے؟ وہ رب جس نے سمندر میں بھی خط امتیاز کر دیا اور جب ایک پانی دوسرے پانی سے نہیں ملتا جب کہ دونوں ایک ہی دریا میں بہتے ہیں، اس قادر مطلق کی عظیم الشان قدرت ہے، فرمایا: ﴿وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا﴾ (فرقان:۵۳) وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا رکھے

ہیں یہ ہے میٹھا اور مزیدار اور یہ ہے کھارا، کڑوا اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب اور مضبوط اوٹ کردی، اسی رب نے پانی کو دو طرح کا کردیا ہے، میٹھا اور کھارا، نہروں، چشموں اور کنوؤں کا پانی عام حالات میں شیریں، صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے، بعض ٹھہرے ہوئے سمندروں کا پانی کھارا اور بدمزہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکرگزار ہونا چاہئے کہ اس نے میٹھے پانی کی ہر چہار جانب ریل پیل کردی ہے کہ لوگوں کو نہانے دھونے اور اپنے کھیت و باغات کو پانی دینے میں آسانی رہے، مشرقوں اور مغربوں میں محیط سمندر کھارے پانی کے اس نے بہادئے ہیں جو ٹھہرے ہوئے ہیں، ادھر ادھر بہتے نہیں لیکن موجیں مار رہے ہیں، تلاطم کررہے ہیں بعض میں مدوجزر ہے، ان تمام سمندروں کو اسی اللہ نے پیدا کیا ہے، وہ بہت زبردست قدرت والا ہے، کھارا اور گرم پانی پینے کے کام نہیں آتا، لیکن ہواؤں کو شفاف کردیتا ہے، جس سے انسانی زندگی ہلاکت مین نہ پڑے، اس میں جو جانور مرجاتے ہیں ان کی بدبو دنیا والوں کو نہیں ستاسکتی اور کھارے پانی ہی کے سبب سے اس کی ہوا صحت بخش اور اس کا مزہ پاک وطیب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت سے اور اپنے حکم سے ایک دوسرے سے جدا رکھا ہے نہ کھارا میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کھارے میں مل سکے۔ فرمایا: ﴿مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لا يبغين﴾ (رحمٰن) اس نے دو سمندر جاری کردئے کہ دونوں مل جائیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب قائم کردیا ہے کہ حد سے نہ بڑھیں، پھر تم اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کروگے، اور آیت میں ہے کون ہے وہ جس نے زمین کو بنایا اور اس میں جگہ جگہ دریا جاری کردیے، اس پر پہاڑ قائم کردیئے، اور دو سمندروں کے درمیان اوٹ کردی، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے؟ اے لوگو! شرک سے باز آجاؤ اتنے عظیم قادر پروردگار کی نعمت کے شکرگزار بنو ناشکری اور ظلم سے بچو اتنے بڑے رب کی قدرتیں تمہارے سامنے ہیں اپنے تمام کاموں میں اسی رب کی قدرتیں تمہارے سامنے ہیں اپنے تمام کاموں میں اسی رب پر بھروسہ رکھو جو ہمیشگی اور دوام والا ہے، جو موت وفوت سے پاک ہے جو اول وآخر، ظاہر وباطن، دائم باقی، سرمدی، ابدی، حی وقیوم ہے جو ہر چیز کا مالک ورب ہے اس کو اپنا ماویٰ اور ملجی ٹھہرالو وہی ناصر وہی موید ومظفر ہے، اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو توحید سمجھنے کی توفیق دے اور اسی توحید پر قائم رکھے اور اسی جذب وکیف کے عالم میں دنیا سے اٹھائے۔ آمین۔ بقول شخصے ؎

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق

☆☆☆

حلقۂ سوال وجواب

فقہ وفتاوی

علامہ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ

سوال: کیا اسلام میں مختلف طرق اور سلسلے موجود ہیں؟ اگر یہ طریقے صحیح ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب: طرق یا اس طرح کے دوسرے سلسلے اسلام میں نہیں پائے جاتے، اسلام میں وہی کچھ موجود ہے جو آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: "افترقت الیھود علی احدی وسبعین فرقة وافترقت النصاری علی اثنتین وسبعین فرقة وستفرق ھذہ الأمة علی ثلاث وسبعین فرقة کلھا فی النار الا واحدة قیل من ھی یا رسول الله؟قال: من کان علی مثل ما انا علیه الیوم واصحابی"۔

یہودی اکہتر فرقوں میں بٹ گئے، عیسائی بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ سلم)! وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: جو اس طریقے پر ہو جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اور ارشاد ہے:

"لاتزال طائفة من امتی ظاھرین علی الحق منصورة لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امرالله وھم علی ذلك"۔

ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر رہے گی اور اس کی (اللہ کی طرف سے) مدد ہوتی رہے گی، ان کی مدد نہ کرنے والا یا ان کی مخالفت کرنے والا ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا حتی کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ اسی حال میں ہوں گے۔

حق کا راستہ یہی ہے قرآن مجید اور صحیح صریح احادیث نبویہ کی اتباع کی جائے یہی سیدھا راستہ ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جس سیدھی لکیر کا ذکر ہے، اس سے بھی یہی مراد ہے۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین اسی راہ پر گامزن رہے، اس کے علاوہ جتنے بھی فرقے یا طرق وغیرہ ہیں وہ ان "سبل" میں شامل ہیں جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:

﴿ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله﴾ (انعام:۱۵۳)

"سبل (غلط راہوں) پر نہ چلنا ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے دور ہٹادیں گے"۔

☆☆☆

حلقۂ ادب

انور یوسفی

الجماعۃ، ترجمان سنت و قرآن ہے

یہ مرے رب کا کرم ہے فضل ہے احسان ہے
الجماعۃ ترجمان سنت و قرآن ہے

یہ ہے صوبائی جمعیۃ ممبئی کا آرگن
ہیں مضامین و مقالے خوب روشن فکر و فن
استقامت دے بقا دے اس کو رب ذوالمنن
دین پسندوں کے دلوں میں بس یہی ارمان ہے
الجماعۃ ترجمان سنت و قرآن ہے

مسلک اسلاف کا داعی، نقیب و ترجمان
الجماعہ، الجماعہ، الجماعہ بے گماں
کوششیں اس کی نہیں جائیں گی ہرگز رائگاں
جب رگ و ریشے میں داخل سنت و قرآن ہے
الجماعۃ ترجمان سنت و قرآن ہے

میرے رب کا فضل پر تحسین قرآن و حدیث
دین کی آرائش و تزئین قرآن و حدیث
زندگانی کے لئے آئین قرآن و حدیث
بس ان ہی دونوں میں مضمر زیست کا سامان ہے
الجماعۃ ترجمان سنت و قرآن ہے

مثل ادوار ثلاثہ دین پر ہیں کاربند
آج بھی قرآن وسنت ہے ہمارے حق میں قند
دور اہل الرائے سے رہتے ہیں ہم ہیں حق پسند
حق میں آمیزش نہ ہو حق کی یہی پہچان ہے
الجماعۃ ترجمان سنت و قرآن ہے

الجماعۃ شخصیت کے سحر میں آتی نہیں
فرقہ بندی سے وہ دامن اپنا گندلاتی نہیں
ہر کسی کو اتباع کا مستحق پاتی نہیں
اتباع جس کی کریں پیارے نبی کی شان ہے
الجماعۃ ترجمان سنت و قرآن ہے

کم ہیں حق پر ہیں ملا ہے الجماعہ کا خطاب
کل بروز حشر انور ہوں گے جب ہم کامیاب
ٹوٹ جائے گا وہاں پر قلت و کثرت کا خواب
جادۂ حق کے سوا ہر راہ پر شیطان ہے
الجماعۃ ترجمان سنت و قرآن ہے

Special Issue "AL-JAMAT" Mumbai

Block no. A-1 Ashiyana Co-op Hsg.Soc L.B.S. Marg, Kurla (W) Mumbai-400070

اصلاح سماج اور جہاد آزادی کی مستند تاریخ پر
ایک عظیم کانفرنس

بعنوان

جماعت اہل حدیث
اور
آزادیٔ وطن

بتاریخ
۳۰ر دسمبر ۲۰۰۷ء
۱۹ر ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ
بروز اتوار
شام ۵ر بجے
تا
۱۰ر بجے شب

بمقام
شان مکھانند اہال
گاندھی مارکیٹ،
سائن
ممبئی ۴۰۰۰۲۲

زیر صدارت

فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ

(امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

مہمانان خصوصی

- ☆ ڈاکٹر وصی اللہ عباس مدنی
(خطاب از مکہ مکرمہ)
- ☆ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری
(صدر جامعہ سلفیہ بنارس)
- ☆ شیخ اصغر علی امام مہدی مدنی
(ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند)

مہمانان اعزازی

- ☆ ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی (مالیگاؤں)
- ☆ شیخ عبداللہ مدنی (جھنڈانگر)
- ☆ شیخ عبدالمعید مدنی (دہلی)
- ☆ شیخ عبدالماجد مدنی (دہلی)
- ☆ شیخ سید اطہر دہلوی (دہلی)
- ☆ شیخ عبدالرحمٰن بٹ (جموں وکشمیر)
- ☆ شیخ ابورضوان محمدی (مالیگاؤں)

دیگر ملی، سماجی اور سیاسی شخصیات بھی شریک رہیں گی ان شاء اللہ۔

نوٹ: تفصیلات کے لئے دفتر جمعیت سے رابطہ کریں۔